AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قبل ازاسلام عرب کی مشہور تجارت اور تجارتی مراکز کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Famous Trade and Commercial Centers of Pre-Islamic Arabia

* ***Hafiz Muhammad Safdar (PhD Scholar)***
Department of Islamic Studies The Islamia University of Bahawalpur
Email: hafizmuhammadsafdariub@gmail.com

* ***Dr Sheraz Ahmad (Lecturer)***
Department of Islamic Studies The Islamia University of Bahawalpur, RYK Campus.
Email: sheraz.ahmad@iub.edu.pk

Abstract

Before the advent of Islam, the Arabian Peninsula was a significant hub for trade and commerce. The region's strategic location between Asia, Africa, and Europe made it an essential part of global trade routes. Major trade centers such as Mecca, Medina, Ta'if, and Yemen played a crucial role in facilitating the exchange of goods like spices, perfumes, textiles, and precious metals. The pre-Islamic Arabs were skilled merchants, utilizing caravan trade routes and sea trade via the Red Sea and the Persian Gulf. This study analyzes the economic activities of pre-Islamic Arabs, their trade mechanisms, and the impact of these commercial activities on social and political structures. The research highlights how trade contributed to the wealth and influence of certain tribes, particularly the Quraysh, who dominated Meccan trade. Furthermore, it explores the role of seasonal fairs and marketplaces, such as 'Ukaz and Dhu al-Majaz, in promoting cultural and economic interactions. Understanding the pre-Islamic Arabian trade system provides valuable insights into the economic foundation upon which Islamic civilization later flourished.

Key Words: *Pre-Islamic Arabia, Trade Centers, Caravan Trade, Red Sea, Persian Gulf, Economic Activities, Social Structure, Political Influence, Seasonal Fairs, Marketplaces, International Trade, Cultural Exchange.*

تمہید:

قبل از اسلام عرب ایک فعال اور متحرک تجارتی معاشرہ تھا جو بین الاقوامی تجارتی شاہراہوں کے مرکز میں واقع ہونے کے سبب عالمی تجارت میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ عربوں کی تجارتی سرگرمیاں نہ صرف ان کی معیشت کی بنیاد تھیں بلکہ ان کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے پر بھی گہرا اثر رکھتی تھیں۔ ان کے تجارتی تعلقات مشرقی افریقہ، ہندوستان، روم اور فارس تک پھیلے ہوئے تھے، جہاں سے وہ مختلف اجناس اور قیمتی اشیاء حاصل کرکے آگے فروخت کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ اس دور کا ایک اہم تجارتی مرکز تھا، جہاں قریش قبیلہ تجارتی قافلوں کا انتظام سنبھالتا تھا۔ مکہ میں واقع خانہ کعبہ نے بھی اس شہر کو ایک مذہبی اور تجارتی مرکز بنا دیا تھا، کیونکہ یہاں ہر سال حج کے موقع پر مختلف علاقوں کے تاجر آتے اور تجارت کو فروغ ملتا۔ اسی طرح،

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

طائف اپنی خوشگوار آب و ہوا اور زرعی پیداوار کی وجہ سے تجارتی اہمیت رکھتا تھا، جبکہ یمن بحر احمر کی بندر گاہوں کی بدولت بین الاقوامی تجارت کے لیے ایک بڑا مقام تھا۔ عربوں میں تجارتی میلوں کی ایک قدیم روایت تھی، جن میں سب سے مشہور بازار "عکاظ، ذو المجاز اور مجنہ" تھے۔ یہ بازار صرف خرید و فروخت کے مراکز نہیں تھے بلکہ یہاں شاعری، مباحثے، اور سماجی میل جول کے مواقع بھی فراہم کیے جاتے تھے۔ ان میلوں میں مختلف قبائل کے لوگ آتے، اپنی مصنوعات کی نمائش کرتے اور باہمی تعلقات کو مضبوط بناتے۔ عربوں کی تجارت صرف زمینی راستوں تک محدود نہ تھی بلکہ بحری تجارت بھی خاصی اہم تھی۔ یمن اور بحرین کے ساحلی علاقوں سے بحری جہاز ہندوستان اور مشرقی افریقہ کے درمیان سامان کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ عرب تاجر مصالحے، خوشبوئیں، ریشم، کھالیں، اسلحہ اور قیمتی پتھر جیسی اشیاء کا کاروبار کرتے تھے جو اس وقت کی عالمی معیشت میں نمایاں حیثیت رکھتی تھیں۔

اس تحقیق میں قبل از اسلام عرب کے مشہور تجارتی مراکز ان کی تجارت کے ذرائع اور ان کے اقتصادی، سماجی اور سیاسی اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ اس کا مقصد یہ سمجھنا ہے کہ عربوں کی یہ تجارتی سرگرمیاں بعد میں اسلامی دور کی معیشت پر کس طرح اثر انداز ہوئیں اور ان کی اقتصادی ترقی میں کس طرح مددگار ثابت ہوئیں۔

تجارت ایک وسعت مفہوم والا لفظ ہے جس کے مختلف لغوی و اصطلاحی مفاہیم ملتے ہیں جن میں سے چند ذیل میں مذکور ہیں۔

تجارت کا معنی:

تجارت کے معنی "بیوپار" کے ہیں۔ عربی زبان میں اسے "بیع" کہتے ہیں۔

عبد الرحمن جزیری تجارت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ:

"هُوَ مُبَادَلَةُ السِّلْعَةِ بِالنَّقْدِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوص"۔[1]

(خاص حالات میں سامان کو نقد مال سے تبدیل کرنا بیع کہلاتا ہے۔)

تجارت کی تعریف:

تجارت کی تعریف کرنے سے پہلے یہ بات واضح رہے کہ انسانی زندگی کی جتنی بھی خرید و فروخت کی سرگرمیاں ہو رہی ہیں وہ سب تجارت کے ذریعے سے ہی پوری ہو رہی ہیں اسی وجہ سے تجارت انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔

امام راغب اصفہانی تجارت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"التَّصَرُّفُ فِي رَأْسِ الْمَالِ طَلَبًا لِلرِّبْحِ"۔[2]

(نفع حاصل کرنے کی غرض سے راس المال کو کاروبار میں لگانے کے ہیں۔)

مندرجہ بالا تعریف سے ثابت ہوا کہ تجارت کے ذریعے صرف انسانی ضرورت ہی پوری نہیں ہوتی بلکہ اس سے نفع بھی حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کی آمدنی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

تاریخ کی مشہور کتاب مقدمہ ابن خلدون میں "علامہ ابن خلدون" تجارت کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"شِراءُ الشَّيْءِ بِأَرْخَصِ الأَثْمَانِ وَبَيْعُهُ بِأَغْلَى الأَثْمَانِ وَجَعْلُ هَذِهِ الزِّيَادَةِ مَصْدَرًا لِلْمَعَاشِ

---

[1]-جزیری ،عبدالرحمنؒ، **الفقه المذاہب الاربعه**، (بیروت لبنان :داراحیاء التراث العربی)، 148/2

[2]–اصفہانی ،امام راغب ،**مفردات القرآن**،(لاہور : مکتبه شیخ شمس الحق ، کشمیر بلاک اقبال ٹاون ،1987ء)،16/1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

وَالْكَسْبِ، يُسَمَّى تِجَارَةً"۔[3]

(کسی چیز کو کم داموں میں خرید کر زیادہ داموں میں بیچنا اور اس زیادتی کو معاش اور کمائی کا ذریعہ بنانا تجارت کہلاتا ہے۔)

فروخت کی قیمت میں خرید کی زیادتی کو فائدہ کہا جاتا ہے۔ مطلب اگر کوئی تاجر کسی چیز کو پچاس روپے میں خرید لیتا ہے اور آگے جاکے اسی چیز کو اسی روپے میں فروخت کرتا ہے تو تیس روپے اس کا منافع کہلائے گا۔ اسی لین دین کا نام تجارت ہے۔ اب بات یہ ہے کہ تجارت سے فائدہ کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تو فائدہ حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں:

1۔ کوئی چیز خرید کر بازار کی قیمتیں بڑھنے تک اس کو روکا جائے تاکہ بیچنے والے کو فائدہ ہو۔ اس کو شریعت میں ذخیرہ اندوزی کہتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔

2۔ ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ جہاں اس کی ساکھ زیادہ ہو فروخت کرنا۔

مندرجہ بالا تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کسی شے کو بیچنے کے ارادے سے خریدے اور اس بیچنے سے اس کا مقصد نفع کا حصول ہو اس جگہ اس کو فروخت کرے جہاں اس کی قیمت اتنی لگے کہ بائع کو منافع حاصل ہو اور مشتری اس کو باسانی خرید سکے تجارت کہلاتا ہے۔

تجارتی پیشے:

اپنی معاشرتی زندگی کو عزت و شرافت کے ساتھ گزارنے کے لئے ہر انسان کوشش کرتا ہے کہ کوئی نہ کوئی معاشی پیشہ اختیار کرکے اپنی ضرورت کے مطابق کمایا جائے جس سے اس کی گزر بسر ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبل از اسلام عرب میں مختلف معاشی پیشوں کا رواج تھا۔ مکہ مکرمہ کے عرب اگرچہ عمومی طور پر تاجر تھے مگر بعض لوگ جو تجارت نہیں کرتے تھے انہوں نے دوسرے شعبہ ہائے معیشت اپنا رکھے تھے چنانچہ قبل از اسلام عرب میں تجارت کے بعد دوسرا بڑا پیشہ گلہ بانی تھا تاہم اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے دیگر پیشے بھی معمول بہ تھے مثلاً بڑھئی، درزی، لوہار، قصاب، پارچہ فروش، عطر فروش، شراب فروش، تیل فروش، مویشی فروش اور غلہ فروش وغیرہ۔

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، اپنی کتاب "المعارف" میں لکھتے ہیں:

"وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ: كَانَ أَبُو طَالِبٍ تَاجِرًا يَبِيعُ الطِّيبَ وَالْحِنْطَةَ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَبِيعَانِ الثِّيَابَ، وَكَانَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَانِعَ أَقْوَاسٍ، وَكَانَ وَالِدُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَامِ دَرَّازًا، وَكَانَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَصَّابًا، وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْضًا قَصَّابًا، وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَامِلَ مِفْتَاحِ الْكَعْبَةِ دَرَّازًا، وَكَانَ أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَبِيعُ الزَّيْتَ وَالْجُلُودَ، وَكَانَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَجَّارًا، وَكَانَ أَخُو أَبِي جَهْلٍ عَاصِ بْنِ هِشَامٍ وَوَلِيدُ بْنُ الْمُغِيرَةِ نَجَّارَيْنِ، وَكَانَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ يَبِيعُ الْفَوَاكِهَ، وَكَانَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ يَبِيعُ الْخَمْرَ، وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُدْعَانٍ يُرَبِّي الْحَيَوَانَ وَيَبِيعُ أَوْلَادَهُ، وَكَانَ خَبَّابُ بْنُ الْأَرَتِّ حَدَّادًا، وَكَانَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَجِيءُ مِنَ الْيَمَنِ بِالطِّيبِ فِي أَيَّامِ الْحَجِّ فَيَبِيعُهُ، وَكَانَ وَالِدُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَاصِ بْنِ وَائِلٍ مُعَالِجًا لِلْحَيَوَانَاتِ، وَكَانَ نَضْرُ بْنُ الْحَارِثِ يَضْرِبُ عَلَى

---

[3]– ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن محمد، **تاریخ ابن خلدون**، (بیروت: دار الفکر، 1408 ھ)، 494/1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

الزُّبَابِ"۔[4]

(عبداللہ بن مسلمؒ کے مطابق ابوطالب عطر فروش و گیہوں فروش تھے، ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان پارچہ فروش تھے، سعد بن ابی وقاص تیر ساز تھے، زبیر کے والد عوام درزی تھے جبکہ زبیر قصاب تھے، عمرو ابن العاص بھی قصاب تھے، کلید کعبہ کے حامل عثمان بن طلحہ درزی تھے، ابوسفیان تیل وچمڑا فروش تھے، عقبہ بن ابی وقاص بڑھئی تھے، ابوجہل کا بھائی عاص بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بڑھئی تھے، امیہ بن خلف پھل فروش تھا، عقبہ بن ابی معیط شراب فروش تھا، عبداللہ بن جدعان جانور پالتا تھا اور ان کے بچے فروخت کیا کرتا تھا، خباب لوہار تھے، عباس بن عبدالمطلب یمن سے عطر لا کر ایام حج میں بیچتے تھے، عمرو بن العاص کے والد عاص بن وائل حیوانات کے معالج تھے، نضر بن حارث رباب بجاتا تھا۔)

المختصر یہ کہ اسلام آنے سے پہلے عرب میں وہ تمام پیشے اپنائے جاچکے تھے جو کسی ترقی یافتہ شہر میں پائے جاسکتے تھے۔ طائف میں بھی غالباً یہی تمام پیشے موجود ہوں گے جو مکہ والوں میں مروج تھے۔ طائف میں ترکھان اور لوہار بھی رہتے تھے۔

امام بلاذریؒ اپنی معروف کتاب "فتوح البلدان" میں لکھتے ہیں کہ:

"فِي خِدْمَةِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ظَهَرَ العَدِيدُ مِنْ عُبَيْدِ الطَّائِفِ، أَحَدُهُمْ اسْمُهُ الرَّزَقُ، الَّذِي كَانَ مِنْ أَصْلٍ رُومَانِيّ وَكَانَ عَلَى دِرَايَةٍ جَيِّدَةٍ بِفَنِّ لُوهَارِ."۔[5]

(رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں طائف کے کئی غلام حاضر ہوئے جن میں سے ایک کا نام الارزق تھا جو رومی الاصل تھا اور لوہاری کے فن سے خوب واقف تھا۔)

مدینہ منورہ میں تجارت اور زراعت کے پیشے زیادہ عام تھے مگر یہاں پر یہودی صنعتکار بھی آباد تھے لہذا یہاں پر مکہ و طائف سے زیادہ پیشے پائے جانا معقول ہیں۔ بڑھئی، درزی، لوہار، قصاب، چھوٹے درجہ کے دوکاندار، پھل فروش وغیرہ کے پیشے اس شہر میں ضرور دستیاب ہوں گے۔ سنار کے وجود کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ یہودی عورتوں کے لئے زیورات تیار کرتے ہوں گے، غارت گری کے معروف ہونے کی وجہ سے اسلحہ سازی کا پیشہ بھی سمجھ میں آتا ہے۔ عبداللہ بن ابی قحبہ گری کا دھندہ کرتا تھا، ایک انصاری کا غلام بڑھئی تھا۔

قبل از اسلام تجارت میں سود (ربا):

بعض نام نہاد سود کے جواز کے لئے یہ دلیل تراشتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں تجارتی سود نہیں تھا بلکہ صرف قرض پر سود لیا دیا جاتا تھا اس لئے اسلام نے صرف قرض والے سود کو ممنوع قرار دیا ہے تجارتی سود نہیں جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ عرب میں رسالت نبوی ﷺ سے پہلے جس طرح قرضوں پر سود لیا جاتا تھا اسی طرح تجارتی سود بھی مروج تھا جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

علامہ ابن جریر طبری اپنی معروف تفسیر "جامع البیان عن آیات القران "المعروف تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ:

"وَكَانَ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ يَأْخُذُونَ الرِّبَا مِنْ بَنِي مُغِيرَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ بَنُو مُغِيرَةَ يُعْطُونَهُمُ الرِّبَا، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَانَ عَلَيْهِمْ أَمْوَالٌ كَثِيرَةٌ"۔[6]

(زمانہ جاہلیت میں بنو عمرو بن عامر بنو مغیرہ سے سود لیا کرتے تھے اور بنو مغیرہ انہیں سود دیا کرتے تھے جب اسلام آیا تو ان پر ایک بہت

---

[4] دینوری، عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، **کتاب المعارف**، (قاہرہ: مکتبہ المصریہ،199ء)، 1/ 575

[5] بلاذری، احمدبن یحیی، **فتوح البلدان**، (بیروت: مکتبہ الہلال، 1988ء)، 63/1

[6] طبری، محمد بن جریر بن یزید، **جامع البیان عن آیات القران**، (قاہرہ: دارالمعارف 2011م)، 6 / 22،23

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بڑی رقم واجب الادا تھی۔)

اس سودی کاروبار کی نوعیت کو امام جلال الدین سیوطیؒ نے "الدرر المنثور" میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ:

"وَهُوَ رِبَا يَتَجَرُّ بِهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ"۔[7]

(یہ ایک ربا تھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کیا کرتے تھے۔)

اسلام آنے کے بعد جب بنو مغیرہ مسلمان ہوئے تو بنو عمرو نے ان سے اپنے سود کا مطالبہ کیا جس پر بنو مغیرہ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ ہم اب مسلمان ہیں اور اسلام میں سود لینا اور دینا حرام ہیں۔ ان کا یہ معاملہ گورنر مکہ عتاب بن اسید کی عدالت میں پہنچا جس کے بارے میں انہوں نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر بھیجا جہاں پر اس معاملے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ پر سورۃ البقرۃ کی دو آیات (278-279) نازل ہوئیں جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہے لہذا رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید کو جوابی خط میں لکھا کہ سود لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا آپس میں سودی معاملہ صرف قرضوں پر نہیں تھا بلکہ تجارتی قرضوں پر تھا ان دونوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں کی سی تھی۔

عصر حاضر میں یہ سودی کاروبار و لین دین اتنا عام ہو گیا ہے کہ سود کو حرام ماننے والوں کے لئے بھی اس سے بچنا مشکل ہو رہا ہے ایسی ہی صورت حال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو گا اور جو سود کھانے سے بچ گیا ہو یہاں تک کہ اس آدمی تک اس کا غبار ضرور پہنچے گا۔ اس مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں تجارتی سود کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کہ قرضہ پر سود کیونکہ قرضہ پر سود چاہے جتنا ہی عام کیوں نہ ہو یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ ہر آدمی قرض پر سود میں مبتلا ہو جائے۔ غبار پہنچنے سے مراد فقط تجارتی سود ہی مراد لیا جا سکتا ہے کیونکہ معیشت کا ہر شعبہ سرکاری ہو یا نجی اسی میں کسی نہ کسی حد تک مبتلا ہے۔

المختصر یہ کہ عرب سماج کے معاشی نظام میں جہاں دیگر شعبہ جات بنیادی مقام رکھتے تھے وہاں شعبہ تجارت سب میں سرفہرست رہا تھا کیونکہ عرب کی معیشت تمام شعبوں سے بڑھ کر تجارت پر موقوف رہی تھی۔

تجارتی اسفار و قافلے:

قریش مکہ تجارت کے لئے دیگر علاقوں کا سفر کیا کرتے تھے بالخصوص موسم سرما میں یمن اور موسم گرما میں شام کا رخ کرتے تھے۔ قریش کے ان تجارتی اسفار کی ابتداء آپ ﷺ کے دادا ہاشم نے کی تھی جب ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا تو آپ فلسطین جا کر بہت سا آٹا لائے جس کی روٹیاں بنائی گئی اور جانور ذبح کر کے شوربہ بنا کر ان میں روٹیوں کے چورنے کا اہتمام کیا جس کی وجہ سے اس کا نام ہاشم (روٹیاں چورنے والا) پڑ گیا۔ اس کے بعد باقاعدہ تجارتی اسفار کا سلسلہ جاری رہا۔ انہی تجارتی اسفار کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورۃ القریش میں یوں اشارہ کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"إِۦلَٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ ٱلشِّتَآءِ وَٱلصَّيۡفِ"۔[8]

---

[7] سیوطی، جلال الدین، **الدر المنثور**، (قاہرہ :دارالعلم ، 2000)، 1/ 266

[8] **القرآن 2:106**۔

(ان کے لیے سردیوں اور گرمیوں کے سفر کو محفوظ بنادیا۔)

اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ اپنی معروف تفسیر "مفاتیح الغیب"میں فرماتے ہیں کہ:

"كَانَتْ لِقُرَيْشٍ رَحْلَتَانِ رَحْلَةٌ بِالْشِّتَاءِ إِلَى الْيَمَنِ لِأَنَّ الْيَمَنَ أَدْفَأُ وَبِالصَّيْفِ إِلَى الشَّامِ"۔[9]

(قریش سال میں دو سفر کرتے تھے ایک سفر سردی میں یمن کی طرف کیونکہ یمن گرم تھا اور ایک سفر گرمی میں شام کی طرف کیا کرتے تھے۔)

قریش مکہ کے تجارتی قافلے مختلف ممالک مثلا: یمن سے غزہ، بیت المقدس اور دمشق تک جاتے تھے، بحر احمر کے اس پار حبشہ (ایتھوپیا) تجارت کرنے تشریف لے جاتے تھے، جدہ کی بندر گاہ سے حبشہ (کیونکہ جدہ اور حبشہ کے درمیان صرف ایک بحر احمر واقع ہے جس کے مشرقی کنارے جدہ او مغربی کنارہ حبشہ واقع ہے جس کا موجودہ نام ایتھوپیا ہے) اور جدہ ہی سے بحرین (جدہ سے مشرق کی طرف خلیج فارس کے کنارے بحرین واقع ہے) کے شہر قطیف تک تجارتی سامان لے جایا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ ان کے تجارتی قافلے مصر، سوڈان، ہندوستان، ایران، روم تک جاتے تھے یہ کارواں انتہائی منظم ہوا کرتے تھے، ان کا پیمانہ وسیع ہوتا تھا، وسعت کے مطابق ہر قافلے کے ساتھ حفاظتی دستہ ہوتا تھا جو سو تا تین سو افراد پر مشتمل ہوتا تھا، تاجر اور راہنمائی کرنے والے اس کے علاوہ ہوتے تھے، جو تجارتی قافلہ غزوہ بدر کا سبب بنی اس میں امیہ بن خلف اور قریش کے سو آدمی تھے جن کے ساتھ پچیس سو(2500) اُونٹ تھے۔

تجار اور تاجرانہ ماحول:

قریش چونکہ ایک تجارت پیشہ قوم تھی جس کی وجہ سے اس کے مردوں کے علاوہ عورتیں بھی تاجر تھیں چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت خدیجہ کا مال خود آپ ﷺ تجارت کی نیت سے بصرہ سے لے گئے تھے، ابوسفیان کی بیوی ہندہ شام کے کلب نامی قبیلہ میں اپنا سامان تجارت فروخت کرتی تھی۔ قریش کا تجارتی کارواں جو غزوہ بدر کا پیش خیمہ بنا، اس میں مکہ کے تقریبا ہر مرد و عورت کا سامان تجارت شامل تھا یہی وجہ ہے کہ ابوسفیان کہا کرتے تھے:

"لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فِي مَكَّةَ يَمْتَلِكَانِ نِصفَ الثَّرْوَةِ أَوْ أَكْثَرَ وَلَمْ يُرْسِلَا مَعَنَا"۔[10]

(مکہ کا کوئی قریشی مرد اور عورت ایسا نہیں تھا جس کے پاس نصف اوقیہ یا زیادہ مال رہا ہو اور اس نے ہمارے ساتھ روانہ نہ کیا ہو۔)

قبیلہ قریش کی عورتیں تجارت میں بہت دلچسپی لیتی تھیں چنانچہ اس کا عالم یہ تھا کہ جب کوئی تجارتی قافلہ لوٹ کر آتا تو لوگ ابوسفیان کے گرد جمع ہوتے تھے تاکہ وہ نفع سے متعلق خوشخبری سنائیں، مسامرہ (رات کے وقت گپ شپ) میں بھی تجارتی قافلوں کا ذکر کیا جاتا تھا۔ قریش کے علاوہ عرب کے دیگر قبائل کی بھی یہی کچھ صورت حال تھی۔

چنانچہ مشہور یونانی تاریخ دان اسٹر ابوبیان کرتا ہے:

"Everyone engaged in Arab trade was either a trader himself or a broker".[11]

---

[9] رازی ،ابو عبد الله ،محمد بن عمر ،**مفاتيح الغيب**،(بیروت، دار إحياء التراث العربی ،2001ء)،324/2۔

[10] ابن سعد،محمد بن سعد، **الطبقات الكبرى**،(بیروت:دارالکتب:1998م)712/2

[11] قریشی، محمد یامین، **انسائیکلوپیڈیا آف اسلام**،(دہلی: ناشر تاج کمپنی،1987ء)،3345/2۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"ہر ایک عرب تجارت میں مشغول تھا وہ یا تو خود تاجر تھا یا تجارتی دلال تھا"

عرب کے ہاں دستور یہ تھا کہ جو تجارت نہیں کرتا تھا، اس کی عزت نہیں کی جاتی تھی، ان کے ہاں تجارتی اصول وضوابط نے ایک مسلک ومکتب کی صورت اختیار کی تھی جس نے تجارتی اوزانوں وحسابات کو پروان چڑھایا تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ اسلام سے پہلے بھی ایک مقدس شہر کی حیثیت سے جانا جاتا تھا جو حج اور مقامی اشیاء کی قریبی آبادیوں اور قصبوں تک منتقل کرنے پر معاشی انحصار کرتا تھا۔

اوزان وپیمانے:

عرب کا دورِ جاہلیت ایک منفرد تمدن اور ثقافت کا حامل تھا جس میں معاشی سرگرمیاں بھی خاص اہمیت رکھتی تھیں۔ اس دور میں عرب معاشرتی اور تجارتی امور میں مختلف اوزان وپیمانوں کا استعمال کرتے تھے، جن کے ذریعے وہ اشیاء کی خرید وفروخت اور کاروبار میں توازن قائم رکھتے تھے۔ ان اوزان وپیمانوں کا رواج نہ صرف تجارت بلکہ دیگر شعبوں جیسے زراعت اور فنون دستکاری میں بھی تھا۔

قبل از اسلام عرب کے دور جاہلیت میں جن اوزان وپیمانوں کا رواج تھا ذیل میں ہم ان اوزان وپیمانوں کا مختصر خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

1۔ "دینار": یہ سونے کے وزن کا سکہ ہوتا تھا۔

2۔ "درہم": چاندی کے وزن کا سکہ تھا۔ دس درہم سات دینار کے برابر ہوتے تھے۔

3۔ "شعیر" (جو): درہم کا 1/60 حصہ

4۔ "اوقیہ": ایک اوقیہ 40 درہم کے برابر

5۔ "نواۃ" (گٹھلی): یہ پانچ درہم کے برابر تھا

6۔ "مثقال": کسر کے ساتھ 22 قیراط کے برابر، مصری مثقال 24 قیراط کے برابر ہوتا تھا

7۔ "رطل": 12 اوقیہ کے برابر ہوتا تھا"۔[12]

تجارت کی مختلف صورتیں:

قبل از اسلام عرب میں تجارت کی مختلف صورتیں مروج تھیں جن میں سے کچھ میں اسلام آنے کے بعد ترمیم کی گئی، بعض کو ممنوع قرار دیا جب کہ بعض کو چند مطلقاً یا چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا۔ اب یہاں پر ان بیوعات وتجارتی صورتوں کو تحریر کیا جائے گا جو اسلام نے ممنوع قرار دیں اور جن تجارتی اشکال کو اسلام نے جائز قرار دیا، ان کو "اسلام کے معاشی نظام" کے عنوان کے تحت ذکر کیا جائے گا تاکہ تکرار سے بچا جاسکے۔ قبل از اسلام جن تجارتی شکلوں کو عرب نے رواج دیا تھا ان میں بعض مشہور کا یہاں تعارف کیا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ سمیت تمام عرب میں پائی جاتی تھیں جن کو بعد میں اسلام نے ان عقود میں موجود خرابیوں اور نقائص کی بنیاد پر ممنوع قرار دیا جس کا تذکرہ ہم مختصر خلاصہ کے طور پر لکھ رہے ہیں کہ:

بیع منابذہ:

"منابذہ" کا مطلب "پھینکنا" ہے۔ اس بیع کو "بیع منابذہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں فروخت کنندہ چیز کو خریدار کی طرف پھینک دیتا ہے اور یہی بیع کا تکمیل کا عمل سمجھا جاتا ہے۔

ابن قدامہ نے "المغنی" میں بیع منابذہ کی وضاحت یوں کی ہے:

"وَهِيَ أَنْ يَقُولَ: مَا نَبَذْتُهُ إِلَيْكَ، أَوْ نَبَذْتُ إِلَيَّ، فَهُوَ مَبِيعٌ بِكَذَا، فَيَتَبَايَعَانِ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا

---

[12] بلاذری، فتوح البلدان ، 1/467۔

تَأَمُّل[13]"

(یہ اس طرح ہے کہ ایک شخص کہے: جو چیز میں تمہاری طرف پھینکوں گا یا جو چیز تم میری طرف پھینکو گے، وہ اس قیمت پر فروخت ہو گئی، اور یوں وہ بغیر دیکھے اور غور و فکر کے سودا کر لیتے ہیں۔)

بیع ملامسہ:

"ملامسہ "کا مطلب "چھونا" ہے۔ یہ بیع اس لیے "بیع ملامسہ" کہلاتی ہے کیونکہ اس میں خرید و فروخت کا معاہدہ محض چھونے سے مکمل ہو جاتا ہے، بغیر دیکھے اور پرکھے۔

امام نووی (۱۴۲۳ھ) "شرح صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں:

"الْمُلَامَسَةُ أَنْ يَلْمِسَ الثَّوْبَ وَلَا يَنْشُرُهُ، أَوْ مَا يَشْبِهُ ذَٰلِكَ، فَيَتِمُّ الْبَيْعُ بِلَا تَأَمُّلٍ وَلَا تَرَاضٍ بَعْدَ النَّظَرِ[14]"

(ملامسہ یہ ہے کہ خریدار کسی کپڑے کو چھو لے لیکن اسے پھیلائے بغیر ہی خرید و فروخت مکمل ہو جائے، یا، اسی طرح کا کوئی اور معاملہ ہو بغیر غور و فکر اور دیکھنے کے بعد رضامندی کے۔)

بیع حبل الحبلہ:

"حبل" کا مطلب "رسی" اور "حبلہ" کا مطلب "حمل" ہے، لہٰذا "حبل الحبلہ" کا مطلب ہے "حمل کے اندر کا حمل"۔

امام سرخسی نے "المبسوط" میں بیع حبل الحبلہ کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"بَيْعُ حَبَلِ الحَبَلَةِ هُوَ المَعَامَلَةُ الَّتِي يَكُونُ فِيهَا شَخْصٌ يَتَصَارَفُ فِي مَوْلُودِ حَامِلَةٍ لَمْ يَكُنْ وَجَدَ بَعْدُ"۔[15]

(بیع حبل الحبلہ وہ معاملہ ہے جس میں کوئی شخص کسی حاملہ جانور کے آئندہ پیدا ہونے والے بچے کا سودا کرے، جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا۔)

بیع المحاضرہ:

"محاضرہ" کا لغوی معنی "جلدی کرنا" یا "پہلے ہی کسی چیز کو بیچ دینا" ہے۔ بیع المحاضرہ وہ بیع ہے جس میں کوئی تاجر درخت پر لگے پھلوں یا کھیت میں موجود زرعی اجناس کو ان کے مکمل تیار ہونے سے پہلے فروخت کر دے۔"

امام سرخسی "المبسوط" میں لکھتے ہیں:

"نَهَى النَّبِيُّ عَنْ بَيْعِ الْمُحَاضَرَةِ، وَهُوَ بَيْعُ الثَّمَارِ قَبْلَ بُدُوِّ صَلَاحِهَا، لِمَا فِيهِ مِنَ الغَرَرِ وَالْجَهَالَةِ"۔[16]

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع المحاضرہ سے منع فرمایا، جو کہ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے بیچنے کا معاملہ ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ اور جہالت

---

[13] ابن قدامه، **المغنى**، (رياض: مكتبه دار عالم الكتب ، 1419ھ)، 247/4۔

[14] نووی، **شرح صحيح مسلم**، (بيروت: دار الكتب العلمية ، ، 1423ھ)، 157/10 ۔

[15] سرخسی، **المبسوط**، (بيروت: دار المعرفه، 2001ء)، 215/12۔

[16] سرخسی، **المبسوط**، 270/12

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہوتی ہے۔)

بیع المصراۃ:

مصرّاۃ "باندھی ہوئی چیز" کو کہتے ہیں "بیع المُصرّاۃ" اس بیع کو کہتے ہیں جس میں دودھ دینے والے جانور (گائے، بکری، اونٹنی وغیرہ) کے تھنوں میں دودھ روک کر رکھا جاتا ہے تاکہ خریدار کو یہ تاثر دیا جائے کہ جانور زیادہ دودھ دینے والا ہے، حالانکہ اس کا اصل دودھ دینے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔

ابن قدامہ نے "المغنی" میں بیع المصراۃ کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"وَهِيَ أَنْ يُجْمَعَ اللَّبَنُ فِي ضَرْعِ الشَّاةِ أَوِ البَقَرَةِ ثُمَّ تُبَاعُ عَلَى أَنَّهَا كَثِيرَةُ اللَّبَنِ[17]"

(یہ اس طرح کی بیع ہے کہ بکری یا گائے کے تھن میں دودھ جمع کرکے رکھا جائے اور پھر اسے زیادہ دودھ دینے والا ظاہر کرکے فروخت کر دیا جائے۔)

بیع النجش:

"نجش" کا مطلب "کسی چیز کو ابھارنا یا چڑھانا" ہے بیع نجش ایک ایسی بیع ہے جس میں کوئی شخص خریدار کو دھوکہ دینے کے لیے مصنوعی طور پر قیمت بڑھاتا ہے، حالانکہ وہ خود خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اصلی خریدار زیادہ قیمت پر مال خریدنے پر مجبور ہو جائے۔

ابن قدامہ نے "المغنی" میں بیع نجش کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"وَالنَّجْشُ أَنْ يَزِيدَ فِي السِّلْعَةِ مَنْ لَا يُرِيدُ شِرَاءَهَا لِيَقَعَ غَيْرُهُ فِيهَا"[18].

(نجش یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص قیمت میں اضافہ کرے جو حقیقت میں خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا، تاکہ دوسرا شخص اسے زیادہ قیمت پر خریدنے پر مجبور ہو جائے۔)

بیع المضطر:

بیع المضطر ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں بیچنے والا کسی مجبوری یا اضطراری حالت میں اپنے مال کو بیچنے پر مجبور ہو، اور اس کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر خریدار اسے انتہائی کم قیمت پر خرید لے۔

ابن قدامہ نے "المغنی" میں بیع مضطر کی تعریف یوں بیان کی ہے:

"هُوَ أَنْ يَبِيعَ الإِنسَانُ مَالَهُ اضْطِرَارًا لِحَاجَةٍ مَاسَّةٍ، كَأَنْ يَكُونَ مُحْتَاجًا إِلَى الطَّعَامِ أَوِ الدَّوَاءِ، فَيَشْتَرِيهِ ٱلْمُشْتَرِي بِأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ"۔[19]

(یہ ایسی بیع ہے جس میں کوئی شخص اپنی شدید ضرورت کی وجہ سے اپنا مال فروخت کرے، جیسے کسی کو کھانے یا دوا کی ضرورت ہو اور خریدار اس کا مال اصل قیمت سے بہت کم پر خریدے۔)

---

[17] ابن قدامه، **المغنی**،253/4

[18] ابن قدامه، **المغنی**،297/4 ۔

[19] ابن قدامه، **المغنی**، 301/4۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بیع الکالی بالکالی:

کالیٔ "مؤخر" یا "ادھار" کو کہا جاتا ہے، لہٰذا "بیع الکالی بالکالی" کا لغوی مطلب "دو ادھار چیزوں کا آپس میں تبادلہ" ہے۔ بیع الکالی بالکالی ایسی تجارتی بیع ہے جس میں دونوں فریق ایک ایسی چیز کا تبادلہ کرتے ہیں جو مستقبل میں فراہم کی جاتی ہے، یعنی دونوں چیزیں مؤجل (ادھار) ہوتی ہیں. ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

"وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنْ بَيْعَ الكَالِيءِ بِالكَالِيءِ لَا يَجُوزُ"[20]

(علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بیع الکالی بالکالی جائز نہیں ہے۔)

بیع غرر:

"غرر" کا مطلب دھوکہ، خطرہ، غیر یقینی یا غیر واضح چیز ہے۔ لہٰذا "بیع غرر" کا لغوی مطلب ایسا سودا ہے جس میں ابہام اور دھوکہ پایا جائے۔ بیع غرر ایسی خرید و فروخت کو کہتے ہیں جس میں کسی فریق کے لیے دھوکہ، غیر یقینی، جہالت (عدمِ وضاحت) یا خطرہ ہو کہ وہ جو چیز خرید یا بیچ رہا ہے، اس کی حقیقت، مقدار یا وصولی کے امکانات واضح نہ ہوں۔

امام نووی "شرح صحیح مسلم" میں لکھتے ہیں:

"الْغَرَرُ مَا انْطَوَى عَنْهُ الْعِلْمُ، أَوْ كَانَ فِي حُصُولِهِ خَطَرٌ"[21].

(غرر وہ معاملہ ہے جس میں چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو یا اس کے حاصل ہونے میں خطرہ ہو۔)

بیع الاحتکار:

احتکار "ذخیرہ اندوزی" یا "کسی چیز کو روک لینا" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بیع الاحتکار (ذخیرہ اندوزی کی بیع) ایک ایسا تجارتی عمل ہے جس میں کوئی شخص بنیادی ضرورت کی اشیاء کو بازار سے خرید کر اس نیت سے ذخیرہ کر لے کہ قیمتیں بڑھنے کے بعد انہیں مہنگے داموں فروخت کرے۔

امام سرخسی "المبسوط" میں لکھتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ احْتَكَرَ طَعَامًا أَوْ غَيْرَهُ مِمَّا يَكُونُ النَّاسُ فِي حَاجَةٍ إِلَيْهِ، فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ"۔[22]

(جو شخص بھی خوراک یا ایسی چیزوں کو روکے رکھے جن کی لوگوں کو سخت ضرورت ہو، وہ برا کام کرتا ہے اور ظلم کا مرتکب ہوتا ہے۔)

بیع علی البیع (سوم علی السوم):

"بیع علی البیع" کا مطلب "بیع پر بیع کرنا" ہے، جبکہ "سوم علی السوم" کا مطلب "کسی کے سودے پر اپنا سودا پیش کرنا" ہے۔ بیع علی البیع یا سوم علی السوم سے مراد وہ معاملہ ہے جس میں ایک خریدار کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہونے والی بیع میں مداخلت کرے اور زیادہ قیمت کی پیشکش کر کے پہلے سے طے شدہ معاہدے کو خراب کرنے کی کوشش کرے۔

---

[20] ابن رشد، **بدایة المجتهد ونهایة المقتصد**،(بیروت: دار الکتب العلمیة، ، 1408ھ)، 133/2۔

[21] نووی، **شرح صحیح** مسلم، (بیروت :دار الکتب العلمیة، 1423ھ)،287/10۔

[22] سرخسی، **المبسوط**، 255/12۔

ابن قدامہ "المغنی" میں اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"هُوَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ البَائِعِ وَالمُشْتَرِي عَقْدٌ لَازِمٌ، فَيَزِيدُ آخَرُ عَلَى الثَّمَنِ لِيَشْتَرِيَهُ"۔[23]

(یہ وہ معاملہ ہے جس میں ایک بیچنے والے اور خریدار کے درمیان پکا سودا ہو، اور پھر کوئی تیسرا شخص زیادہ قیمت دے کر اس سودے کو توڑنے کی کوشش کرے۔)

بیع تلقی الرکبان (او الجلب):

تلقی کا مطلب ہے "سامنے آنا یا راستے میں ملنا"۔ رکبان سے مراد وہ تاجر ہیں جو سامان لے کر شہر میں داخل ہو رہے ہوں۔ جلب کا مطلب ہے "لایا گیا مال" بیع تلقی الرکبان (یا جلب) اس تجارتی عمل کو کہتے ہیں جس میں شہر کے تاجر دیہات سے آنے والے کسانوں یا تاجروں کا راستے میں استقبال کر کے ان کی اجناس یا مال کو بازار تک پہنچنے سے پہلے خرید لیتے ہیں، تاکہ بعد میں انہیں مہنگے داموں فروخت کر سکیں۔

ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

"التَّلَقِّي هُوَ خُرُوجُ أَهْلِ الْأَسْوَاقِ إِلَى الطَّرِيقِ لِيَشْتَرُوا السَّلَعَ مِنَ الْقَادِمِينَ بِهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلُوا السُّوقَ"[24].

(تلقی کا مطلب یہ ہے کہ بازار کے تاجر راستے میں جا کر آنے والے تاجروں سے ان کا مال اس سے پہلے خرید لیں کہ وہ بازار میں داخل ہوں۔)

بیع الحاضر للبادی:

حاضر کا مطلب "شہری تاجر" یا "مقامی بیوپاری" ہے۔ بادی سے مراد "دیہاتی تاجر" یا "بیرونِ شہر سے آنے والا بیوپاری" ہے۔ بیع الحاضر للبادی کا مطلب ہے "شہری تاجر کا دیہاتی کے لیے بیچنا"۔ بیع الحاضر للبادی اس معاملے کو کہتے ہیں جس میں کوئی شہری تاجر (حاضر) کسی دیہاتی یا بیرونی تاجر (بادی) کا ایجنٹ بن کر اس کی اشیاء کو مہنگے داموں فروخت کرنے کی پیشکش کرے، حالانکہ دیہاتی خود بازار میں لا کر کم قیمت پر فروخت کر سکتا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے بیع الحاضر للبادی کے بارے میں فرمایا:

"لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللَّهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ."[25]

(شہری تاجر دیہاتی کے لیے فروخت نہ کرے، لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تاکہ اللہ انہیں ایک دوسرے سے روزی دے۔)

بیع المعدوم:

معدوم کا مطلب ہے "جو موجود نہ ہو"۔ بیع المعدوم یعنی "ایسی چیز کی بیع جو اس وقت موجود نہ ہو"۔ "بیع المعدوم وہ تجارتی معاملہ ہے جس میں فروخت ہونے والی چیز بیع کے وقت موجود نہ ہو، جیسے کوئی شخص کسی ایسے پھل کو فروخت کرے جو ابھی درخت پر ظاہر نہ ہوا ہو۔"

امام سرخسی "المبسوط" میں لکھتے ہیں:

---

[23] ابن قدامه، **المغنى**، 285/4۔

[24] ابن رشد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، 137/2۔

[25] مسلم بن الحجاج القشيرى، ابو الحسن، **صحيح مسلم**،(بيروت:دار احياء التراث العربي، 2001ء)، كتابُ البيوع، بابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، حديث نمبر: 1510

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"الْبُيُوعُ الْمَنْهِيُّ عَنْهَا مَنْهَا بَيْعُ الْمَعْدُومِ، لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُتَبَايِعِينَ"۔[26]

(منع کی گئی بیوع میں سے ایک بیع المعدوم بھی ہے، کیونکہ اس سے فریقین کے درمیان جھگڑا اور تنازع پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔)

بیع الحصاہ:

حصاہ کا مطلب ہے "کنکری یا چھوٹا پتھر" بیع الحصاہ کا مطلب ہے "کنکری کے ذریعے ہونے والی بیع"۔ بیع الحصاہ وہ بیع ہے جس میں چیزوں کا تعین یا خرید و فروخت کا فیصلہ کسی کنکری پھینکنے سے ہو، جیسے بیچنے والا کہے کہ جس چیز پر یہ کنکری گرے گی، وہ تمہاری ہو جائے گی۔"

امام نووی "شرح صحیح مسلم" میں بیع الحصاہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَهِيَ أَنْ يَرْمِيَ الرَّجُلُ بِحَصَاةٍ، فَأَيُّ سِلْعَةٍ وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَجَبَ عَلَيْهِ شِرَاؤُهَا، أَوْ أَنْ يَرْمِيَ الْبَائِعُ حَصَاةً وَيَقُولَ: الْبَيْعُ لَكَ حَيْثُمَا وَقَعَتْ"۔[27]

(بیع الحصاہ وہ معاملہ ہے جس میں کوئی شخص کنکری پھینکے، اور جس چیز پر وہ گرے، اسے خریدنا ضروری ہو، یا بیچنے والا کنکری پھینکے اور کہے: جس جگہ یہ گرے، وہ چیز تمہاری ہو گئی۔)

بیع العربون:

عربون کا مطلب ہے "بیع کی پیشگی رقم" یا "ایڈوانس ادائیگی"۔ بیع العربون یعنی "ایسی خرید و فروخت جس میں خریدار پیشگی رقم دیتا ہے اور سودا مکمل نہ ہونے کی صورت میں وہ رقم ضبط ہو جاتی ہے"۔ بیع العربون (بیعانہ کی بیع) ایک ایسا تجارتی معاہدہ ہے جس میں خریدار کسی چیز کی خریداری کے وقت بیچنے والے کو پیشگی رقم (بیعانہ) ادا کرتا ہے، اس شرط پر کہ اگر وہ سودا مکمل کرلے تو یہ رقم قیمت میں شامل ہو جائے گی، اور اگر وہ خریداری سے پیچھے ہٹ جائے تو بیچنے والا یہ بیعانہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

"بَيْعُ الْعَرْبُونِ هُوَ أَنْ يَدْفَعَ الْمُشْتَرِي جُزْءًا مِنَ الثَّمَنِ، فَإِنْ أَمْضَى الْبَيْعَ حُسِبَ مِنَ الثَّمَنِ، وَإِنْ رَجَعَ لَمْ يُرَدَّ إِلَيْهِ".[28]

(بیع العربون یہ ہے کہ خریدار قیمت کا کچھ حصہ پیشگی ادا کرے، اگر خریداری مکمل کرے تو یہ قیمت کا حصہ بنے گا، اور اگر پیچھے ہٹے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔)

بیع المعاومہ:

معاومہ کا مطلب ہے "کئی سالوں کے لیے پھلوں کا سودا کرنا"۔ بیع المعاومہ یعنی "پھل دار درختوں کے پھل کو کئی سالوں کے لیے ایک ساتھ فروخت کر دینا، چاہے وہ ابھی واضح نہ ہوں"۔

ابن قدامہ "المغنی" میں لکھتے ہیں:

"الْمُعَاوَمَةُ بَيْعُ الثَّمَرَةِ لِأَكْثَرَ مِنْ سَنَةٍ قَبْلَ نُضْجِهَا، وَهُوَ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ"۔[29]

---

[26] سرخسی، المبسوط، 160/12۔

[27] (نووی، شرح صحیح مسلم، 251/10۔

[28] ابن رشد، بدایة المجتهد ونهاية المقتصد، 150/2۔

[29] ابن قدامه، المغنی، 240/4۔

(المعاومہ وہ بیع ہے جس میں پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے ایک سے زائد سال کے لیے بیچ دیا جائے، اور یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ معدوم (غیر موجود چیز) کی بیع ہے۔)

بیع المجر:

مجر کا مطلب ہے "نامعلوم یا غیر یقینی چیز"۔ یعنی "ایسی خرید و فروخت جس میں چیز یا اس کی خصوصیات غیر واضح ہوں"۔
بیع المجر ایک غیر یقینی اور غیر واضح بیع ہے جس میں کسی چیز کو اس کی مکمل حقیقت اور مقدار واضح کیے بغیر فروخت کیا جاتا ہے۔
ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

"وَهُوَ بَيْعُ الشَّيْءِ دُونَ تَحْدِيدِ كَمِّيَّتِهِ أَوْ جُودَتِهِ، وَهُوَ دَاخِلٌ فِي الْبُيُوعِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا".[30]

(یہ ایسی چیز کی بیع ہے جس کی مقدار یا معیار متعین نہ ہو، اور یہ منع شدہ بیوع میں شامل ہے۔)

بیع القانص:

القانص کا مطلب ہے "شکار کرنے والا" یا "شکار کیا جانے والا"۔ بیع القانص ایسی بیع ہے جس میں کوئی شکاری (قانص) شکار کو پکڑنے سے پہلے ہی اسے بیچ دیتا ہے۔ چونکہ شکار ابھی اس کے قبضے میں نہیں آیا اور اس کے حاصل ہونے کا بھی کوئی یقینی امکان نہیں،
ابن قدامہ "المغنی" میں بیع القانص کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الصَّيْدِ قَبْلَ حِيَازَتِهِ، لِأَنَّهُ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَالْمَجْهُولِ، وَهُوَ غَرَرٌ"۔[31]

(شکار کو اس کے قابو میں آنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں، کیونکہ یہ معدوم (غیر موجود) اور مجہول (غیر متعین) چیز کی بیع ہے، اور یہ غرر (غیر یقینی صورتحال) پر مبنی ہے۔)

بیع الغائص:

الغائص کا مطلب ہے "غوطہ خور" یا "گہرے پانی میں چیزیں تلاش کرنے والا"۔ بیع الغائص یعنی "غوطہ خور کے ذریعے حاصل کی جانے والی نامعلوم چیزوں کی فروخت"۔ بیع الغائص وہ تجارتی معاملہ ہے جس میں غوطہ خور (غائص) سمندر میں غوطہ لگا کر جو کچھ بھی نکالے گا، اسے پہلے سے ہی فروخت کر دیتا ہے، جبکہ ابھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا اور کتنا حاصل کرے گا۔
ابن رشد "بدایۃ المجتہد" میں لکھتے ہیں:

"وَهُوَ بَيْعُ مَا يَسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ قَبْلَ تَحْصِيلِهِ، وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ لِأَنَّهُ مَجْهُولٌ"۔[32]

(یہ سمندر سے نکالی جانے والی چیز کو پہلے سے بیچ دینا ہے، اور یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ مجہول (غیر واضح) بیع ہے۔)

درج بالا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب ایام جاہلیت میں طلب و رسد کے فطری قانون سے بخوبی آگاہ نہ تھے، احتکار و اکتناز کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کر کے خوب نفع کمانا عام تھا، تخمین اور سٹہ بازی کے ماہر تھے، سودی قرضوں کے ذریعے فصل پیدا ہونے یا مال آنے سے پہلے اس پر قابض ہو جاتے تھے جس سے چھوٹے تاجروں کا استحصال ہوتا تھا جیسا کہ آج کے سرمایہ دار کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کمزور اور متوسط طبقہ کا استحصال ہر دور کے سرمایہ داروں کا مشترکہ وظیفہ رہا ہے الغرض وضاحت بالا میں خرید و فروخت کی مبینہ

---

[30] ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، 231/2۔

[31] ابن قدامه، المغنى، 256/4۔

[32] ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد،235/2۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

صورتیں وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں اور اسلام نے ان کو ممنوع قرار دیا۔

اہل عرب کے تجارتی میلے:

تجارتی بحث ہو اور اس میں تجارتی میلوں اور منڈیوں کا ذکر نہ ہو تو یہ بحث ادھوری ہو گی جس کی وجہ سے عربوں میں ایک اجتماعی تجارت کی سوچ پیدا ہوئی تھی۔ قبل از اسلام عرب میں دو قسم کے بازار ہوتے تھے بعض ایسے جو مستقل ہوتے تھے جو بعض قبیلوں یا علاقوں کے قریب قائم کر کے لوگ روز مرہ کی ضروریات وہاں سے پوری کرتے تھے جبکہ بعض موسمی تجارتی میلے اور منڈیاں ہوا کرتی تھیں ۔

مشہور مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر، اپنی معروف کتاب" البلدان" میں لکھتے ہیں کہ:

"أُقِيمَتْ هَٰذِهِ ٱلْمَعَارِضُ وَٱلْأَسْوَاقُ ٱلتِّجَارِيَّةُ فِي كُلِّ جُزْءٍ مِّنْ شِبْهِ ٱلْجَزِيرَةِ ٱلْعَرَبِيَّةِ تَقْرِيبًا حَيْثُ ذَهَبَ ٱلتُّجَّارُ مِنْ جَمِيعِ أَنْحَاءِ ٱلْجَزِيرَةِ ٱلْعَرَبِيَّةِ لِشِرَاءِ وَبَيْعِ ٱلْبَضَائِعِ. ٱلسِّمَةُ ٱلرَّئِيسِيَّةُ لِهَٰذِهِ ٱلْمَعَارِضِ هِيَ حِمَايَةُ حَيَاةٍ وَمُمْتَلَكَاتِ كُلِّ شَخْصٍ يَحْضُرُهَا. وَهُنَاكَ ٱخْتِلَافٌ بَيْنَ ٱلْمُؤَرِّخِينَ حَوْلَ ٱلْعَدَدِ ٱلْإِجْمَالِيِّ لِهَٰذِهِ ٱلْمَعَارِضِ وَٱلْأَسْوَاقِ، فَمَجْمُوعُ عَدَدِهَا ثَلَاثُونَ بِحَسَبِ ٱلْمُؤَرِّخِ ٱلْيَعْقُوبِيِّ ٱلشَّهِيرِ، أُقِيمَتْ فِي عَشَرَةِ أَمَاكِنَ قَبْلَ ذَٰلِكَ"۔[33]

(یہ تجارتی میلے اور منڈیاں جزیرۃ العرب کے تقریباً ہر حصے میں منعقد ہوتے تھے جس میں پورے عرب کے تجار مال تجارت کی خرید و فروخت کرنے کے لئے جاتے رہتے تھے۔ ان میلوں کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ ان میں آنے والے ہر شخص کے جان و مال کو تحفظ حاصل ہوتا تھا۔ ان میلوں اور منڈیوں کی کل تعداد کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے ان کی کل تعداد تیس ہے مشہور مورخ یعقوبی کے مطابق یہ پہلے دس مقامات پر منعقد کئے جاتے تھے۔)

عربوں کا ایک قدیم رواج تھا کہ سال کے مخصوص مہینوں، جنہیں حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا، میں جنگ اور لڑائی روک دی جاتی تھی۔ ان مہینوں میں عرب اپنے تنازعات بھلا کر امن و سکون کی حالت میں ہوتے تھے۔ اس دوران خاص بازار اور میلے سجائے جاتے تھے، جنہیں عرب لوگ تہواروں کی مانند مناتے تھے۔ ان میلوں میں لوگ اپنے تجارتی سامان بیچتے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتے تھے، جس سے ان کے معاشی سرگرمیاں بھی فروغ پاتی تھیں۔

محمد نعیم صدیقی اپنے مشہور کتاب "تاریخ عالم اسلام "میں ان بازاروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان بازاروں کا مقصد صرف مال و تجارت کا تبادلہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ یہ ایک ایسا پلیٹ فارم بھی ہوتا تھا جہاں زبان، لغت، خیالات اور افکار کا تبادلہ بھی ہوتا تھا۔ عرب لوگ اپنے اور اپنے قبیلے کے اہم واقعات، بہادری کے قصے، حسب و نسب میں برتری کے دعوے اور زبان دانی کے مظاہرے ان میلوں میں کرتے تھے۔ ان میلوں میں عرب کے مشہور شعراء، خطباء اور معزز افراد بھی شرکت کرتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ تجارتی بازار، جو ابتدا میں انٹر عرب نمائشوں کی طرح تھے، عربوں کو اپنے دین، اخلاق، عادات و اطوار اور زبان میں اتحاد پیدا کرنے کا موقع فراہم کرنے لگے "[34]

ان میلوں، بازاروں اور محافل نے عرب کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا، اور اسی طرح مکہ میں قریش کی اہمیت نے بھی اس میں بڑا حصہ ڈالا۔ چھٹی صدی عیسوی کے وسط سے مکہ ایک اہم تجارتی مرکز بن چکا تھا، جہاں قافلے جو ہندوستان اور یمن سے مال لے کر آتے تھے، وہاں

---

[33] یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، البلدان، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 2005ء)، 125/1 ۔

[34] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، (لاہور: مکتبہ دانیال)، 58

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

رک کر تجارت کرتے تھے۔ مکہ کے لوگ اس مال کو خرید کر شام اور مصر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی حرمت اور قریش کی عظمت کی بدولت مکہ کے تجارتی راستے محفوظ اور پرامن تھے۔

قریش کے تجارتی قافلے بلا کسی خوف یا خطرے کے اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ مختلف بازاروں اور میلوں میں شرکت، دیگر ممالک کی سیاحت اور تجارتی سفر نے ان کی کاروباری معلومات اور مہارت میں نمایاں اضافہ کیا۔ اہل عرب اب صرف تجارت ہی نہیں بلکہ زندگی کے دیگر پہلوؤں میں بھی دلچسپی لینے لگے تھے، جس کے نتیجے میں ان کی مالی حالت میں نمایاں بہتری آئی۔ مکہ اب نہ صرف وہاں کے رہائشیوں کے لیے بلکہ پورے عرب کے لیے ایک اہم تجارتی مرکز بن چکا تھا، جہاں لوگ چاروں طرف سے سواریوں پر یا پیدل آکر حج کے ارکان ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے اور ساتھ ہی اپنی ضروریات کی اشیاء بھی خریدتے تھے۔

عرب کے مختلف مقامات پر بڑے تجارتی میلے منعقد ہوتے تھے، جن میں دومتہ الجندل، مشقر، صحار، دبا، شجر، عدن، صنعاء، حضر موت، عکاظ، ذوالمجاز، منیٰ، خیبر اور یمامہ شامل تھے۔ مورخین کے درمیان اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ میلے کتنی جگہوں پر اور کتنی بار لگتے تھے۔ کچھ میلے مقامی نوعیت کے تھے، تاہم ان میں سب سے مشہور اور اہم تین میلے: عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز تھے۔ بازاروں کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان تجارتی مراکز، میلوں، منڈیوں اور بازاروں میں چند اہم کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

1۔ دومتہ الجندل:

دومتہ الجندل میں سب سے بڑا تجارتی میلہ منعقد ہوتا تھا، جو شام کے قریب حجاز کی آخری سرحد پر واقع ہے۔ یہاں یکم ربیع الاول سے 15 ربیع الاول تک بھرپور رونق اور سرگرمیاں جاری رہتی تھیں، اور تجارتی لین دین عروج پر ہوتا تھا۔ 15 ربیع الاول کے بعد بازار کی رونق دھیرے دھیرے کم ہونا شروع ہو جاتی تھی۔

سید سلیمان ندوی اپنی مشہور کتاب "تاریخ ارض القرآن" میں دومتہ الجندل کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "قبیلہ کلب اور قبیلہ جدیلہ اس کے قریب رہائش پذیر تھے ان دونوں ادہ قبیلوں میں سے کسی ایک قبیلے کا سردار جو طاقتور ہوتا وہ اس بازار کا حاکم بن جاتا۔ عراق اور شام کے تاجر بھی اس کی اجازت سے اپنے بازار لگاتے۔ یہ سردار خود بھی تجارت کرتا اور جب تک اس کا مال بک نہیں جاتا۔ کسی اور کو خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہوتی۔ خرید و فروخت کا طریقہ اس طرح ہوتا تھا کہ جس کو جو مال پسند آجاتا وہ اس مال پر کپڑا ڈال دیتا۔"[35]

یہ تجارتی بازار یکم ربیع الاول سے 15 ربیع الاول تک منعقد ہوتا تھا اور مہینے کے آخر تک جاری رہتا، جس دوران یہاں تجارت کا جوش و خروش اور خرید و فروخت کا سلسلہ پورے عروج پر ہوتا تھا۔ یہ اجتماع ختم ہونے کے بعد لوگ اگلے سال تک اپنے اپنے قبائل میں واپس چلے جاتے تھے۔ ان قبائل میں طے، بنی جدیلہ اور بنو کلب شامل تھے، جو اس میلے کے ارد گرد رہائش پذیر تھے۔

مشقر:

دومتہ الجندل کا میلہ جب ختم ہو کر مشقر منتقل ہوتا تھا، تو وہاں ایک نئے جوش و جذبے کے ساتھ شروع ہو جاتا تھا۔ یہ میلہ ایک پورے مہینے تک جاری رہتا تھا، جس دوران لوگوں کا ہجوم اور رنگینی چاروں طرف چھائی رہتی تھی۔

سید سلیمان ندوی اپنی مشہور کتاب "تاریخ ارض القرآن" میں "مشقر" کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ایران کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں ایران کے تاجر بھی آتے تھے۔ قبیلہ عبدالقیس اور تمیم یہاں کے مقامی باشندے تھے، اور

---

[35] ندوی، سلیمان، سید، **تاریخ ارض القرآن**، (اعظم گڑھ انڈیا: دارالمصنفین)، 2/134

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قبیلہ تمیم کا سردار اس بازار کا حاکم ہوتا تھا۔ پورے عرب سے لوگ یہاں خرید و فروخت کے لیے آتے تھے۔ یہاں خرید و فروخت کا طریقہ یہ تھا کہ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں خاموش رہتے اور صرف اشاروں کے ذریعے بات چیت کی جاتی تھی"۔[36]

محمد نعیم صدیقی اپنے مشہور کتاب "تاریخ عالم اسلام" میں "مشقر" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ تجارتی منڈی بحرین کے قریب ہجر میں لگتی تھی، جو جمادی الاخریٰ میں شروع ہوتی اور مہینے کے آخر تک جاری رہتی۔ اس دوران فارس کے تاجر سمندری راستوں سے اپنا تجارتی سامان لے کر آتے تھے۔ قبیلہ عبد القیس اور تمیم اس بازار کے ارد گرد آباد تھے"۔[37]

صحار:

اکیسویں رجب سے صحار (عمان) میں تاجر جمع ہونا شروع ہو جاتے تھے۔ اور مشقر کی ساری رونق یہاں سمٹ آتی تھی۔ جو لوگ پہلے میلوں اور بازاروں میں نہیں پہنچ پاتے تھے وہ اس بازار میں آکر اپنے سامان کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ یہ عرب حکمران حلنبدی عشر وصول کرتا تھا۔

سید سلیمان ندوی "صحار" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس بازار میں خرید و فروخت کا طریقہ یہ تھا کہ سامان ایک دوسرے کے قریب رکھا جاتا تھا، اور گاہک پتھر پھینکتے تھے۔ جس پر پتھر پڑتا، وہ مال وہی گاہک اٹھالیتا تھا"۔[38]

دبا:

صحار کے بعد رجب کی آخری تاریخ کو عمان کی بندر گاہ "دبا" میں مختلف ممالک کے سوداگر اس میلے میں شرکت کے لیے آتے تھے۔

محمد نعیم صدیقی "دبا" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"رجب کے آخر دن پر یہ منڈی لگتی تھی اس میں سندھ، ہند اور چین کے تاجر شریک ہوتے تھے"۔[39]

دبا کا بازار صحار کے بعد لگتا تھا یہ مقام ہندوستان کے تجارتی جہازوں کے لیے بہت بڑی بندر گاہ تھا۔ ہندوستان، سندھ، چین اور افریقہ کے تاجر یہاں آتے تھے، جہاں عرب کی مصنوعات اور سمندری سامان کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

شحر:

دبا کے بعد تمام سوداگر شحر میں جمع ہوتے تھے جو بحر عرب کے ساحل پر حضر موت اور عمان کے بیچ میں واقع ہے۔ محمد نعیم صدیقی اپنے مشہور کتاب "تاریخ عالم اسلام" میں لکھتے ہیں:

"یہ تجارتی بازار مہرہ میں ایک پہاڑ کے سائے تلے لگتا تھا، جہاں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر واقع ہے۔ بنو محارب اس علاقے کے ارد گرد آباد تھے"۔[40]

نصف شعبان سے یہاں میلہ شروع ہو جاتا تھا، جہاں چمڑا، کپڑا اور دیگر ضروری سامان فروخت ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ لوگ نباتاتی دوائیں بھی

---

[36] ندوی، سلیمان، سید، **تاریخ ارض القرآن**، 134/2
[37] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 58
[38] ندوی، سلیمان، سید، **تاریخ ارض القرآن**، 134/2
[39] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 61
[40] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 61۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خرید کر ساتھ لے جاتے تھے۔

سوق عدن:

شحر کے بعد عدن میں ان سوداگروں کے ڈیرے لگ جاتے تھے۔ سید سلیمان ندوی اس بازار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یکم رمضان سے 20 رمضان تک دریائی تاجر یہاں جمع ہوتے اور جو مال بچتا تھا، وہ یہاں فروخت کیا جاتا۔ یمن کے سلاطین بڑی مہارت سے یہاں کا انتظام کرتے تھے۔ یہاں عطر اور خوشبو کی چیزیں فروخت کی جاتی تھیں، اور اہل عرب کا دعویٰ تھا کہ دنیا میں ان کے سوا کوئی خوشبو بنانا نہیں جانتا۔ یہ خوشبو براہِ دریا ہندوستان اور سندھ تک، اور خشکی کے راستے ایران اور روم تک پہنچتی تھی"۔[41]

اس طرح سوق عدن کا بازار رمضان کی پہلی تاریخ سے شروع ہو کر 20 دن تک جاری رہتا تھا۔

سوق صنعاء:

سوق عدن کے بعد سوق صنعاء کا آغاز ہوتا تھا، جو نصف رمضان سے لے کر مہینے کے آخر تک جاری رہتا تھا۔

سید سلیمان ندوی "سوق صنعاء" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے، جہاں روئی، زعفران اور رنگوں کی تجارت ہوتی تھی۔ لوگ یہاں سے کپڑا اور لوہا خرید کر لے جاتے تھے۔ 15 سے 30 رمضان تک یہاں تجارتی سرگرمیاں اور رونق عروج پر رہتی تھی"۔[42]

رابیہ:

سوق صنعاء سے لوگ واپس آکر حضر موت جاتے تھے، جہاں بھی ایک میلہ لگتا تھا، اور زیادہ تر لوگ عکاظ کے میلے میں شرکت کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ عکاظ کا میلہ نجد اور عرفات کے درمیان منعقد ہوتا تھا، اور دونوں مقامات پر میلہ ایک ہی وقت یعنی 15 ذی القعدہ سے شروع ہوتا تھا۔

محمد نعیم صدیقی اس بازار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"یہ بازار حضر موت کے علاقے میں کندہ قبیلے کے قریب لگتا تھا، اور عکاظ کے میلے کے ساتھ ذوالقعدہ کے وسط سے لے کر مہینے کے آخر تک جاری رہتا تھا"۔[43]

عکاظ:

ایام جاہلیت کا سب سے بڑا بازار عکاظ تھا، عکاظ مکہ سے تین منزل کی دوری پر نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ایک گاؤں تھا، جہاں میلے کا آغاز 540 عیسوی میں ہوا اور یہ سلسلہ اسلام کے آغاز تک جاری رہا۔ جہاں قریش، ہوازن، غطفان، خزاعہ، حارث بن عبد مناف، عقل، مصطلق اور دیگر قبائل جمع ہوتے تھے۔ آخر کار، خوارج کی لوٹ مار کے باعث 129 ہجری میں اس کا اختتام ہو گیا۔

اطلس السیرۃ النبویہ میں اس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

"عکاظ عرب کی سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی جو عرفات کے قریب لگتی تھی۔ اس میں قریش، غطفان، ہوازن، اسلم اور دیگر مختلف

---

[41] ندوی، سلیمان، سید، **تاریخ ارض القرآن**، 2/134۔

[42] ندوی، سلیمان، سید، **تاریخ ارض القرآن**، 2/134۔

[4343] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 61۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قبائل حصہ لیتے تھے۔یہ بازار ذوالقعدہ کے وسط سے لے کر مہینے کے آخر تک جاری رہتا تھا"۔[44]

شعراء یہاں اپنے اشعار سناتے، خطباء تقریریں کرتے، حکام فیصلے سناتے اور شیوخ معاہدوں کی شرائط طے کرتے تھے۔ اس طرح اس بازار کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ جیسے ہی ذوالحجہ کا چاند نظر آتا یہ بازار ختم ہو جاتا تھا۔

عکاظ کا بازار ختم ہونے کے بعد لوگ ذوالمجاز کے بازار کی طرف روانہ ہو جاتے اور 9 ذوالحجہ تک وہاں قیام کرتے۔ پھر حج کی عبادت مکمل کرنے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے تھے۔

محمد نعیم صدیقی "ذوالمجاز" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ بازار عکاظ کے قریب واقع تھا اور ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے شروع ہو کر یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) تک جاری رہتا تھا۔ اس کے بعد لوگ منی روانہ ہو جاتے تھے۔ اس کے شمال میں مجنہ کا بازار بھی لگتا تھا"۔[45]

حجر:

یہ بازار یمامہ میں عاشورہ سے شروع ہو کر محرم کے آخر تک منعقد ہوتا تھا۔ جہاں اہل عرب مختلف اشیاء کی خرید و فروخت کرتے اور شعر خوانی بھی کی جاتی تھی۔ ان بازاروں کی وجہ سے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں میں جنگ کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے دومتہ الجندل میں اجتماع ہوتا تھا، جہاں لوگ ایک یا دو ہفتے قیام کرتے تھے۔ ذوالقعدہ میں سب سے بڑا اجتماع بازار عکاظ میں ہوتا تھا، جو مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس کے بعد ذوالقعدہ کے آخر میں بازار مجنہ میں لگتا، اور پھر آٹھویں ذوالحجہ تک ذوالمجاز میں بازار لگتا تھا جو عرفات کے قریب تھا۔ 9 ذوالحجہ کو لوگ میدان عرفات میں حج کے لیے جمع ہوتے تھے۔ ان بازاروں میں خاص طور پر عکاظ میں عرب کے تمام قبائل آتے تھے اور اکثر اہم فیصلے کیے جاتے تھے۔ گویا ان بازاروں کے ذریعے اہل عرب کی صلاحیتوں کا امتحان لیا جاتا تھا۔

صفی الرحمن مبارک پوری اپنی کتاب "الرحیق المختوم" میں ان بازاروں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تجارتی آمد و رفت صرف امن و سلامتی کی فضا میں ہی ممکن ہوتی ہے، لیکن جزیرہ نما عرب کا حال یہ تھا کہ حرمت والے مہینوں کے علاوہ یہاں کہیں بھی امن کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عرب کے مشہور بازار جیسے عکاظ، ذی المجاز، اور مجنہ وغیرہ صرف حرام مہینوں میں ہی منعقد ہوتے تھے"۔[46]

یہ تجارتی بازار عرب کے مختلف حصوں میں لگتے تھے، اور تقریباً ہر علاقے کے تاجر اپنا مال یہاں لا کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ ان بازاروں اور میلوں کی خاص بات یہ تھی کہ یہاں آنے والے تاجروں کی جان اور مال کو محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ گویا اُس دور میں بھی بین الاقوامی تجارتی امن کے اصول نافذ تھے، جیسے آج کے دور میں ہیں۔

خلاصہ:

قبل از اسلام عربوں کی معیشت کا زیادہ تر دار و مدار تجارت پر تھا، اور وہ مشرق و مغرب کے درمیان ایک اہم تجارتی پل کا کردار ادا کرتے تھے۔ عرب تاجر مختلف زمینی اور سمندری راستوں کے ذریعے ہندوستان، چین، افریقہ، روم اور ایران کے ساتھ تجارتی روابط رکھتے تھے۔ ان راستوں کے ذریعے قیمتی اشیاء جیسے خوشبوئیں، مصالحے، کھجوریں، اونٹ، سونا، چاندی، چمڑا، اور کپڑا عرب سرزمین سے دوسرے ممالک

---

[44] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 61۔

[45] صدیقی، محمد نعیم، **تاریخ عالم اسلام**، 58۔

[46] مبارکپوری، صفی الرحمن، **الرحیق المختوم**، (لاہور: مکتبہ السلفیہ 1995ء)، 71

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تک پہنچایا جاتا تھا۔ عرب دنیا میں کئی اہم تجارتی مراکز موجود تھے، جن میں مکہ سب سے نمایاں تھا۔ یہ نہ صرف مذہبی بلکہ تجارتی لحاظ سے بھی ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا، جہاں سالانہ بازار لگتے اور مختلف علاقوں کے تاجر یہاں آکر اپنی اشیاء فروخت کرتے۔ یمن بھی ایک بڑا تجارتی مرکز تھا، جہاں سے خوشبوئیں اور مصالحے براہ راست ہندوستان اور افریقہ سے درآمد کیے جاتے۔ تایف زرخیز زمین اور تجارتی قافلوں کے قیام کے باعث مشہور تھا، جبکہ شام اور عراق کے بازار رومی اور ایرانی سلطنتوں کے ساتھ تجارت کے لیے اہم سمجھے جاتے تھے۔ ان تجارتی میلوں اور بازاروں میں مختلف اقوام کے لوگ جمع ہوتے تھے، جہاں وہ نہ صرف تجارت کرتے تھے بلکہ ثقافت اور معلومات کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ یہاں شاعری، ادب، اور ثقافت کے مختلف پہلوؤں پر مقابلے بھی ہوتے تھے۔ یہ میلہ عربی زبان و ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ قریش، خاص طور پر بنی ہاشم اور بنی امیہ کے خاندان، تجارت میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ قریش کے تاجر "رحلہ الشتاء والصیف" یعنی سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کے تجارتی سفر کرتے تھے، جس سے ان کی معیشت مستحکم ہوئی۔ تجارت کی حفاظت کے لیے مختلف معاہدے کیے جاتے، جیسے حلف الفضول، جو تاجروں کے حقوق کی حفاظت کے لیے بنایا گیا تھا۔ عربوں کی تجارت نے ان کے سماجی اور سیاسی استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ نہ صرف ان کی معیشت کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بنی بلکہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان روابط کا سبب بھی بنی۔ یہی تجارتی مراکز بعد میں اسلام کی تبلیغ کے مراکز بنے اور اسلام کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا۔

سفارشات

1. **عرب کی تجارتی تاریخ پر مزید تحقیق :** قبل از اسلام عرب کی تجارتی سرگرمیوں کے مزید تفصیلی مطالعے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے اقتصادی اور سماجی اثرات کو گہرائی سے سمجھا جاسکے۔ اس تحقیق کو جدید تجارتی اصولوں سے جوڑ کر اس کے عملی فوائد تلاش کیے جائیں۔
2. **قدیم تجارتی اصولوں کو جدید تجارت میں لاگو کرنا :** قدیم عربی تجارتی نظام میں دیانت داری، اعتماد اور معاہدوں کی پاسداری جیسے اصول شامل تھے، جنہیں جدید کاروباری ماڈلز میں اپنانا مفید ہوگا۔ قافلوں کی شکل میں اجتماعی تجارت کا تصور آج کے بین الاقوامی تجارتی گروپس اور مشترکہ سرمایہ کاری کے ماڈلز میں مدد دے سکتا ہے۔
3. **اسلام سے پہلے اور بعد کے تجارتی نظام کا موازنہ :** تجزیہ کیا جائے کہ اسلام کے آنے کے بعد تجارتی نظام میں کیا تبدیلیاں آئیں اور ان اصلاحات نے معیشت پر کیا اثر ڈالا۔ خاص طور پر سود کے خاتمے اور منصفانہ تجارت جیسے اصولوں کے اثرات کا مطالعہ کیا جائے۔
4. **مکہ اور دیگر تجارتی مراکز کی موجودہ اقتصادی اہمیت :** مکہ، مدینہ، یمن اور خلیجی ریاستیں آج بھی اقتصادی لحاظ سے اہم ہیں۔ ان خطوں کی تاریخی تجارتی حیثیت کو دیکھتے ہوئے، موجودہ بین الاقوامی تجارتی پالیسیوں میں ان کے کردار کو بڑھانے کے لیے حکمت عملی تیار کی جائے۔
5. **قدیم تجارتی راستوں کی بحالی :** قدیم زمینی اور بحری تجارتی راستوں کا مطالعہ کرکے ان کی دوبارہ ترقی کی جاسکتی ہے، جو سیاحت، کاروبار اور ثقافتی تبادلوں کو فروغ دے سکتی ہے۔ "سلک روڈ" جیسے قدیم تجارتی راستوں کی طرز پر "عرب تجارتی روٹس" کو بحال کرنے کے منصوبے بنائے جائیں۔
6. **عربوں کی تجارتی ذہانت سے سیکھنا:** عرب تاجر باہمی تعلقات اور سفارتی مہارت کے ذریعے تجارت کو فروغ دیتے تھے، جس سے آج کے کاروباری ادارے سیکھ سکتے ہیں۔ ان کے تجارتی معاہدے اور قبائلی اتحاد جیسے ماڈلز بین الاقوامی تجارت کے لیے مؤثر حکمت عملی فراہم کر سکتے ہیں۔